اللہ اعلیٰ و اجل

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

ماہنامہ

عزیز کرنول

ایڈیٹر:- عبدالعزیز رحمانی

سرپرست:- الحاج سید احمد صاحب مدظلہ رئیس التجار موٹنار ضلع نظام

قیمت سالانہ
معاونین سے:- دس روپے
عام خریداروں سے:- چھ روپے

جلد (۶) | یکم ستمبر ۱۹۷۰ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ شنبہ | شمارہ (۱)

میں خدائے قدوس کا بے حد اور بے شمار شکریہ بجا لاتا ہوں جس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے بچپن ہی سے پابندئ نماز پڑھنے کی توفیق اور دینی کتابوں کا مطالعہ کا شوق اور علمائے دین کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ یہاں کرنول میں بہت سے علماء ہیں جو عربی کالج اور دارالعلوم سے ہیں۔ ان میں سے چند علماء سے لفظ وسیلہ اور توسل کے متعلق ہمارے اختلافات ہیں ان کو دور کرنے کے لئے میں آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء اور دیگر بزرگوں کو ان کی وفات کے بعد وسیلہ ٹھیرانا اور ان کے نام کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جیسا کہ دعا میں یہ کہنا کہ اے پروردگار رب عالم ہماری ان دعاؤں کو حضرت نبی صلعم کے صدقہ سے یا طفیل سے یا برکت سے یا حضرت غوث الاعظم دستگیر یا حضرت خواجہ بندہ نواز کے صدقے یا طفیل سے قبول فرما۔ میرا یہ خیال ہے کہ ایسا کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے اس ملک کے علماء اور آئمہ کرام دین کسی اہل قبور سے وسیلہ۔ توسل و استمداد اور استغاثہ کرنا اور ان کے نام مبارک کا وسیلہ لینا جائز نہیں ٹھیرایا ہے مگر یوں کہا ہے کہ جب کوئی بندہ خالق کائنات کی بارگاہ میں اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتا ہے تو بندہ اور خالق کے درمیان کسی مخلوق کو حائل دیکھ نہیں کرتا ان کے لئے کوئی اختلاف یا درمیانی واسطہ نہیں کیونکہ عام مخلوق کے اوصاف بھی مخلوق ہوتے ہیں اور حضرت پروردگار عالم اور اس کے نام اور اس کے اوصاف اور اس کا کلام پاک

الوسیلۃ فی الاسلام

مضمون نگار محترمی جناب عبدالستار صاحب نے نہایت ہی کاوش اور عرق ریزی سے اس مضمون کو تیار کیا ہے اور ضرورت سے زیادہ مواد فراہم کیا ہے۔ بہتر تھا کہ اس کو بصورت کتاب شائع کیا جاتا لیکن مضمون نگار نے افادۂ عام اور بہبودئ انام کے لئے یہ مضمون اخبار "عزیز" میں اشاعت کے لئے عطا فرمایا ہے۔ **فجزاھم اللہ خیر الجزاء**۔ امید کہ ناظرین کرام نہایت دلچسپی سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے اور ضرور مستفید و مستفیض ہوں گے۔ اگر کوئی صاحب اس مضمون پر رد یا تنقید یا تبصرہ کریں گے تو وہ بھی اخبار "عزیز" میں شائع کیا جائے گا فقط (المدیر)

ہی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب اپنے تفاسیر میں **وایاک نستعین** کی یوں تشریح کی ہے۔ قرآن کا یہ احسان ہے ساری دنیا انسانیت پر کہ اس نے بندہ اور خدا کے درمیان جتنے پردے حائل تھے چاک کر ڈالے اب ہر شخص براہ راست اسے پکار سکتا ہے۔ نہ دعا کے لئے کسی وسیلہ کی ضرورت ہے نہ استغاثہ کے لئے کسی شخص کی حاجت ہے۔

سب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی مقدس کتاب مصباح الوسین ترجمہ اردو بلاغ المبین کی کتاب کے حوالے جوں کا توں نقل کر رہا ہوں۔ تاکہ ناظرین کو اچھی طرح سے احساس ہو جائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کتنے کھلے الفاظ میں اللہ کے نام کا توسل یا وسیلہ یا واسطہ حاصل کر لیتا

حرام اور شرک ٹھیرایا ہے۔ اپنی کتاب کے باب وسیلہ کی بحث میں مندرجہ ذیل جملوں میں یوں فرمایا ہے۔ قرآن پاک کے چھٹے پارے میں سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۳۵) میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس راستے میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ بزرگوں کو وسیلہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا امام اور پیشوا بنا کر ان کے اعمال حسنہ کی پیروی کی جو قرآن اور حدیث کے موافق ہو کی جائے اسی لئے علمائے مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ فرمایا ہے۔ حقیقت میں آدمی کا وسیلہ اس کے نیک اعمال ہی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب، حضرت اشرف علی صاحب تھانوی حضرت

مولوی عبدالحق صاحب، حضرت عبدالرزاق صاحب، حافظ امام ابن تیمیہ، حافظ امام ابن کثیر اور بہت سے علماء اور آئمہ دین اپنے تفاسیر میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ عبادت الٰہی اور اطاعت خدا تقویٰ و پرہیزگاری اعمال ہی خدا کو پانے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ اور وسیلہ ہے

وسیلہ کی تشریح کے بارے میں

حضرت شاہ صاحب نے یوں تحریر فرمایا ہے۔ جاننا چاہئے کہ ایک اندھا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلعم بارگاہ الٰہی میں آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی کو پھر سے واپس فرمادے۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم وضو کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرو اور یہ دعا پڑھو جس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے اللہ کے نبی میں آپ کو آپ کے رب کی طرف اپنی ضرورت اور حاجت کے پورا کرنے کے لئے متوجہ کرتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پوری کرے۔ اے اللہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میرے بارے میں قبول فرما۔ نبی صلعم کو اس کے اوپر رحم آگیا۔ اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ پس اس نابینا کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس فرمادی۔ پس اس نابینا کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس فرمادی۔ یہ واقعہ نبی صلعم کی زندگی کے ساتھ تھا۔ تب نبی صلعم نے اس کی بینائی کی دعا

کہ عوام الناس کے پڑھنے کیلئے ابھی فرمایا۔

اس کتاب بلاغ المبین میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب باب حضرت عمرؓ کے استسقاء کے واقعہ میں یوں تحریر فرمایا ہے۔ جیسے اسی واقعہ کی طرح حضرت عمرؓ کے فعل سے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے استسقاء میں نبی صلعم کے زندہ چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ ٹھہرایا تھا۔ یعنی ایک سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو اللہ کے دربار میں پیش کر کے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہم اس سے پہلے بارش کے بند ہو جانے کی حالت میں تیرے نبی صلعم کو بارش طلب کرنے کے لئے وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب جو تیرے نبی صلعم ہم سے کوچ فرما چکے ہیں۔ اس لئے ہم تیرے نبی صلعم کے چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر تیرے دربار میں التجا کرتے ہیں کہ تو باران رحمت نازل فرما۔ اور جاری اس دعا کو قبول فرما۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا طریقے سے زندہ بزرگوں کو اپنی دعاؤں کی قبولیت میں وسیلہ بنانا جائز ہے بلکہ صحابہ کرام کی سنت بھی ہے۔ مگر اس کے علاوہ اور کچھ جائز نہیں۔

حضرت شاہ صاحب وسیلہ کے دوسرے واقعہ کے باب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے مطلب اور مراد کے لئے اپنی دعاؤں میں انبیاء کی روحوں کو اپنی حاجت روائی کے لئے ان کو اپنا شفیع بنانا اور ان کے مبارک نام کو اپنی دعا میں قبول ہونے کا یقین کرنا جائز اور درست ہے مگر وہ حقیقت میں حرام ہے۔

باب وسیلہ صرف نیک عمل ہے

اس باب میں شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اصلی وسیلہ اتباع سنت ہے۔ گویا وسیلہ نیک اعمال اور اوصاف حمیدہ کا نام ہے۔ صحیح بخاری شریف میں اور صحیح مسلم شریف کا واقعہ جس میں تین آدمی بارش سے بچنے پہاڑ کے غار میں گھس جاتے اور اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان غار کے منہ پر گر جانے لگی۔ یہ آدمی اس سے بچنے کے لئے ہر شخص خود اپنے نیک اعمال کا وسیلہ دیکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اور اس دعا کی برکت سے وہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا۔ مگر تیسرے شخص نے اور کچھ رکھا ہے اور وہ عوام الناس کو مغالطہ دیکر گمراہ کرتے ہیں۔ اور خود ان کے پیچھے بھی گمراہی کے جنگل میں چرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کلیہ حسینی کے حوالے مفصل طور سے اس کتاب میں لکھے ہیں۔ شاہ صاحب اس کتاب میں لکھے ہیں کہ کسی کی ذات کو پروردگار دو عالم کی عبادت کی طرح اپنے حق میں مفید اور موثر خیال کرے یہ شرک فی العبادات ہے۔ اسی وجہ سے جاہل لوگ اعمال صالحہ کو چھوڑ کر حسب ونسب کی عزت کو بزرگوں کے ناموں کو وسیلہ سمجھتے ہیں اور دینی اور دنیوی ترقی کے منتظر رہتے ہیں۔

حضرت اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب اصلاح رسوم میں توسل کو شرک کہتے ہیں۔ تیسرا باب دوسری فصل میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ توسل جو احادیث سے ثابت ہے وہ صرف اس طرح ہے جس طرح کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ جو زندہ تھے ان کے توسل سے بارش کی دعا مانگی تھی۔ ایسا توسل ہی بلاشک ہے۔ اس کے علاوہ جو جہلا کا عقیدہ ہے وہ محض شرک ہے اس اوپر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بندہ زندہ ہو اور موجود ہو اور اس کا توسل دعا میں جائز ہے جس طرح حضرت عباسؓ زندہ تھے اور دعا کے وقت موجود تھے۔

کتاب وسیلہ میں حافظ امام ابن تیمیہؒ صاف لکھے ہیں کہ مردوں کا اور وہ زندوں جو غیر حاضر ہیں ان کا دعاؤں میں ان کے نام کا توسل سے دعا مانگنا شرک ہے۔ کتاب اغاثہ میں حافظ امام ابن قیمؒ بھی صریحاً شرک فرماتے ہیں۔ کتاب صراط مستقیم اور کتاب وسیلہ جو حافظ امام ابن تیمیہؒ کی ہیں ان میں بھی بدعت اور شرک فرماتے ہیں۔

اسی وسیلے کے سلسلے میں حضرت ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے قرآن کی تفسیر تفہیم القرآن اور رسائل ومسائل کے حصہ دوم باب دعا میں بزرگوں کی حرمت وجاہ سے توسل یوں فرماتے ہیں۔ اگرچہ اہل تصوف کے ہاں یہ ایک عام معمول ہے لیکن قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوتی۔ استدعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی زندگی اور موجودگی میں کی گئی تھی۔ اللہ سے نبی صلعم کے نام سے دعا مانگنا ثابت کرنے کے لئے حضور صلعم کا کوئی ایسا قول ملنا چاہئے جس میں آپ نے اپنے تمام پیروؤں کو عام اجازت مرحمت فرمائی ہو کہ جس کا جی چاہے اپنی ہر حاجت کو میرا واسطہ دے کر اللہ سے طلب کریں مگر ایسا کوئی ثبوت نہیں۔ تفصیل کے لئے ترجمان القرآن جمادی الاول ۱۳۷۱ھ فروری ۱۹۵۲ء میں ملاحظہ فرمائیں۔ اسی طرح مودودی صاحب رسائل ومسائل حصہ سوم باب۔ بزرگوں کی حرمت وجاہ سے توسل کے باب میں فرماتے ہیں کہ فقہا نے بھی دعا میں وسیلہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ہدایہ میں یہ قول موجود ہے۔ (کتاب الکراہیۃ - مسائل متفرقہ) اور یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنی دعا میں بحق فلاں یا بحق انبیاء ورسل کہے کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۷ کی یوں تشریح فرماتے ہیں کہ جن کو یہ لوگ نام لیتے ہیں اور پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔

ایک کتاب شریعت یا جہالت جس کے مؤلف ومبلغ دین ربانی جناب محمد پالن حقانی صاحب جو ایک حنفی عالم ہیں اور تبلیغی جماعت کے ایک رکن ہیں اپنی کتاب باب وسیلہ نمبر (۲۴) میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے جو نیک اعمال بنتے ہیں وہی وسیلہ ہیں۔ اس کے سوائے اور کوئی ذریعہ خدا کی قربت کے لئے وسیلہ نہیں بن سکتا۔ حضرت حقانی صاحب مستند تفاسیر اور دیگر ائمہ دین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں اور مندرجہ ذیل میں صرف انہیں کے الفاظ لئے گئے ہیں۔

"مکروہ ہے کہ آدمی اپنی دعا میں کہے کہ بحق فلاں یا بحق فلاں بزرگ میری دعا قبول فرمائیے۔ اسی طرح اگر کہے کہ الٰہی بحق بیت اللہ میری دعا قبول کر وہ بھی مکروہ ہے۔ اس لئے کہ مخلوق کا حق حضرت خالق ذوالجلال پر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بعض نادان لوگ مناجات میں یہ اشعار پڑھا کرتے ہیں ؎

الٰہی بحق محمد رسول
دعا مجھ گنہگار کی کر قبول

یہ مکروہ ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ مولانا حقانی صاحب فرماتے ہیں کہ دعا کے وقت کسی قسم کا واسطہ اور وسیلہ شرع شریف میں حکم نہیں ہے۔ اور نہ خدا کو اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت سنتا رہتا ہے۔

جناب مولانا مولوی وحید الزماں صاحب اپنی قرآن کی تفسیر وحیدی میں باب شرک میں ایاک نعبد وایاک نستعین یوں تشریح کی ہے کہ اگر کسی نے عبادت اور دعا میں اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان کسی کو وسیلہ ٹھہرائے تو وہ اجماع کے ساتھ کافر ہے۔ (اور فتاوہ بزازیہ جو ایک معتبر کتاب حنفیہ ہے اس میں لکھی ہے جو آدمی کسی سے دعا کی درخواست کرتا ہے تو وہ زندہ ہو اور موجود ہو۔ متعدد حدیثوں سے بالکل صاف ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب مسلمانوں پر کوئی سختی آتی تو آپس میں زندے ایک دوسرے سے دعا مانگا کرتے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے بارش کے لئے دعا منگوائی تھی۔

جناب مولانا مولوی الحاج محمد خلیل اللہ صاحب مدراسی اپنی کتاب کلام ربانی میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمۂ قرآن اور حضرت مولانا بشیر احمد عثمانی صاحب کا ترجمہ قرآن اور دیگر تفاسیر اور حنفی مذہب کے مشہور فقہ کتابوں کا حوالہ دیتے ہوئے متعلقہ وسیلہ اور اس کے جواز میں یوں فرماتے ہیں کہ عمل صالح ہی آدمی کی نجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہے نہ کہ اہل قبور کے نام کے وسیلے اور ایسا کرنا شریعت اور عقل دونوں کے پاس ناجائز اور حرام بلکہ شرک ہے۔ اگر اہل قبور سے وسیلہ لینا جائز ہوتا تو صحابہؓ آنحضرت صلعم کے روضۂ مبارک کے پاس جو کہ بالکل قریب تھے جا کر آپ کا وسیلہ اور آپ کے روضۂ مبارک کا وسیلہ لیتے یا بحق نبی یا بطفیل رسول کہہ کر دعا کرتے مگر تمام کا ترک کر کے حضرت عباسؓ جو زندہ بزرگ تھے اور موجود تھے ان کی دعا کا وسیلہ لیا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ نے تمام صحابہؓ کو ہمراہ لے کر (باقی صفحہ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ عزیز کرنول

۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ روز سہ شنبہ

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

غزوہ سویق

غزوہ بدر سے فرار کے وقت ابو سفیان نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ سال پھر اسی مقام بدر میں دوبارہ جنگ ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان کو قبول کر لیا تھا اور ایفاء عہد کے لئے غزوۃ الرقاع کے بعد آپ نے تیاری کی۔ مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول کو والی اور عامل مقرر کیا۔ اور خود مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ماہ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آٹھ دن تک بدر کی وادی میں ٹھیرے ابو سفیان کا انتظار کرتے رہے لیکن اس نے وعدہ خلافی کی اور حسب وعدہ بدر تک نہیں آسکا۔ پھر آپ مدینہ واپس ہو گئے۔

اسی دوران میں مخشی بن عمرو کا گذر بدر میں ہوا۔ یہی شخص ہے جس نے غزوہ ودان میں اپنے قبیلہ بنو ضمرہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور کہا اے محمد! کیا قریش سے مقابلہ کرنے کے لئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!! نیز فرمایا مخشی اگر تجھے منظور ہے تو اپنا صلح نامہ ختم کر دے اور ہم سے مقابلہ کر لے جب تک اللہ ہمارا فیصلہ کر دے مخشی نے جواب دیا واللہ مجھے صلح نامہ ختم کرنے اور جنگ و جدال کرنے کی حاجت نہیں۔

حسب وعدہ ابو سفیان بھی مکہ سے لشکر جرار لے کر روانہ ہوا جب مقام مجنہ یا عسفان میں پہنچا تو حاضرین کے سامنے تقریر کی اور کہا لوگو! جنگ و جدال کیلئے سرسبز و شاداب کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جانوروں کو چرنے کے لئے جو سبزی ملتی ہے۔ اور ہم کو دودھ خوب فراہم ہوتا ہے یہ سال تو قحط زدہ ہے ہر طرف بارش کا کال ہے دور دور تک سبزی نظر نہیں آتی میلوں تک باقی نہیں رہا۔ اس سفر میں ہماری ہلاکت ہی ہلاکت ہے بہتر یہی ہے کہ ہم مکہ کو واپس چلیں چنانچہ یہ سب مکہ واپس چلے گئے اور بدر تک نہیں آسکے۔ توشہ راہ سفر میں ان کی تمام تر غذا ستو ہی تھی اسی لئے اس غزوہ کو غزوۃ السویق کہتے ہیں۔

غزوۃ دومۃ الجندل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ السویق سے واپس ہو کر مدینہ میں ٹھیرے رہے۔ سنہ ۴ھ ماہ ذی الحجہ کا مہینہ مدینہ میں گذرا اسی سال بھی مشرکوں نے حج ادا کیا اور ماہ ربیع الاول سنہ ۵ھ میں آپ نے مدینہ کا عامل سباع بن عرفطہ الغفاری کو مقرر کیا۔ اور خود بنفس نفیس اسلامی لشکر کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ آپ کو سفر میں کچھ خوف ہو رہا تھا اس کی خبر پہنچ گئی اسی لئے آپ راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور دومۃ الجندل تک سفر نہیں کیا۔

نبوت کے اوصاف

از:- امام غزالیؒ

نبوت ایک وصف ہے جو انسانیت سے بالاتر ہے اور جس طرح انسانیت بہیمیت سے بالاتر ہے۔ قرآن مجید میں اَللّٰہُ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ یعنی خدا ہی جانتا ہے کہ پیغمبری کے لئے کس کو انتخاب کرے۔ البتہ ریاضت فکر سے جو وہ بلا لزوم نبوت سے ہیں۔ جن کی وجہ سے نبی وحی کے قابل ہوتا ہے اس کی یہ مثال ہے کہ انسان کا انسان ہونا کوئی اکتسابی چیز نہیں ہاں بعد انسان ہونے کے جو افعال سرزد ہوتے ہیں۔ ان میں کسب اور مجاہدہ کا دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح نبوت گو کوئی اکتسابی چیز نہیں لیکن عبادت اور مجاہدہ کرتا ہے تب اس کے نبوت کے آثار مرتب ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر آنحضرت عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ نبی فطرتاً معتدل مزاج اور پاکیزہ صورت ہوتا ہے۔ اس کی اٹھان اور تربیت عمدہ ہوتی ہے اس میں شریفانہ اخلاق پائے جاتے ہیں۔ اس کے چہرہ سے نور ٹپکتا ہے علم و وقار، تواضع، راست گوئی اور دیانت داری اس کی فطرت ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کے رذائل اور اونی باتوں سے بری ہوتا ہے۔ عفو، احسان، صلہ رحم، حفظ غیب، حسن جوار، اعانت مظلوم یہ تمام اوصاف اس میں بالطبع پائے جاتے ہیں۔ وہ بالطبع اچھی باتوں کو پسند اور بری باتوں سے نفرت کرتا ہے۔ وہ متین، رعب و وحشت خو اور کج خلق نہیں ہوتا۔ چپ رہتا ہے تو لوگوں پر اس کا رعب چھایا رہتا ہے۔ بات کرتا ہے تو اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتا۔ اس کی حرکت و سکون دونوں میں سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ تمام عقلا گویا اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ انبیاء میں ایک خاص عقل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمام ... سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ ... اللہ کے فکر ہوتے

ہیں اسی طرح انبیاء سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ اور لوگوں سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ جس طرح نبی کی عقل اوروں سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح اس کا نفس اس کی طبیعت، اس کا مزاج بھی تمام لوگوں سے ممتاز اور نفوس ملکی کے مشابہ ہوتا ہے۔ خدا جس شخص کو نبوت کے لئے انتخاب کرتا ہے، اس کی عقل اس کی طبیعت اس کا مزاج بھی منتخب کرتا ہے۔ یعنی اور لوگوں کی عقل، مزاج اور طبیعت سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ وہ صورۃً انسانوں سے مشابہ ہوتا ہے لیکن مناسب سے الگ ہوتا ہے۔ وہ بشر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی بشریت وحی کے قابل ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ میں انہی دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ انسان میں تین قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں فکری، عقلی، قولی، عملی۔ ان قوتوں سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ ان دو متضاد حالتوں کے لحاظ سے ہر ایک کا الگ نام ہوتا ہے۔ فکر کو حق و باطل سے موسوم کرتے ہیں۔ قول کو صادق و کاذب کہتے ہیں۔ عمل کو خیر و شر سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ تمام افعال قابل عمل نہیں ہیں اور نہ سب قابل ترک ہیں۔ بعض قابل عمل ہیں اور بعض قابل ترک۔

اب سوال یہ ہے کہ امور قابل عمل اور قابل ترک کی تمیز کیا ہر شخص کر سکتا ہے۔ کوئی تمیز کر سکتا ہے بعض کر سکتے ہیں اور بعض نہیں۔ پہلے دونوں احتمال بداہتہً باطل ہیں۔ اس لئے صرف تیسرا احتمال باقی رہ گیا یعنی بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو ان امور کو متعین کر سکتے ہیں کہ کون سے افعال عمل کے قابل ہیں اور کون نہیں۔ یہی لوگ پیغمبر اور بانی شریعت ہوتے ہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ انسان کی بقا آپس کی اعانت اور اجتماع کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ آپس میں تعاون اور تناصر نہ ہو تو نسل انسان کا کوئی فرد باقی رہ سکتا ہے

(باقی صفحہ پر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تربیت اور اس کا ثمر

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رفیقوں کی تعلیم و تربیت ۔۔۔ روحانی اور اخلاقی ۔۔۔ جس میں اصلاح کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور اسی وجہ سے بہت تھوڑی سی مدت میں ہر قسم کے کمال والے اصحاب موجود ہو گئے۔ کوئی فنون جنگ میں حسب قابلیت اعلیٰ درجہ کا قابل ہو گیا، جیسے خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عمرو وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ کوئی فنون سیاست کا استاد اور ماہر ہو گیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت معاذ بن جبل وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ کوئی روحانی فنون اور ولایت کے مدارج میں اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا جیسے حضرت علی، حضرت سلمان فارسی، حضرت عبداللہ بن عمرو وغیرہم رضی اللہ عنہم کوئی قرآن اور اس کا حافظ اور ماہر ہو گیا مثلاً عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ، ابوہریرہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح فنون نقل و حرکت، زراعت، تجارت، صنعت، مساحت اراضی، تواریخ وغیرہ وغیرہ میں بھی عرب کے غیر متمدن اور غیر تعلیم یافتہ کوہستانی اور ریگستانی وحشی لوگ جملہ علوم و فنون میں نہ صرف ماہر اور کامل ہو گئے بلکہ اپنے اخلاف اور پس آیندوں کے لئے اور اقوام موجودہ دیار عجم کے واسطے اساتذہ اور آفتاب ہدایت بن گئے۔ نیز عرب قوم نہایت تھوڑی سی مدت میں اس لائق ہو گئی کہ وہ تمام دنیا کی باگ حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر جہاں بانی اور انتظام کر سکے اور بد اخلاقیاں سب کی سب رخصت ہو گئے اور بری عادتیں اور غیر مہذب خصلتیں سب کے سب کافور ہو گئیں۔ نفاق و شقاق کا تمام ملک عرب میں نام تک باقی نہ رہا۔ وہ اتفاق اور وفاق رونما ہوا جس کی نظیر اقوام سابقہ میں کہیں بھی تاریخ نہیں دکھا سکتی۔ غرض کہ اخلاص اور للّٰہیت کا وہ دور دورہ ہوا کہ عہد موسوی اور عہد عیسوی بلکہ جملہ مقدس ہستیاں دنیا کی تاریخ ماند پڑ گئی۔ معرفت اور حقائق کے چشمے اس درجہ ابلے کہ فلسفہ اقوام کے کتب خانے اور متقدمین کی حکمتیں نذر آب ہو گئیں۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ امور مذکورہ بالا میں سے ہر ایک امر مستقل طور پر انسان کو اس قدر پریشان کرنے والا اور اتنی مشغولیت کا سامان ہے کہ فقط یہی شہوات انسانیہ کو بالکل زائل اور فنا کر دینے کے لئے کافی وافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ایسی ایسی افکار اور مصائب میں واقعی طریقہ پر منہمک اور مبتلا ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی شہوتوں سے ایک قلم علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا تعجب کی بات نہیں کہ وہ ہستی جو کہ ان تمام امور کی جامع تھی اور نہ صرف اس قدر جتنی کہ ذکر کی گئی بلکہ اس کی زندگی پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ اس کے احوال کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ اس کی نسبت شہوت پرستی کا الزام کیونکر لگایا جا سکتا ہے۔ اور کیا اس طرح معمولی لوگوں میں اور ان امور کی موجودگی میں شہوت باقی رہ سکتی ہے۔ افسوس کہ ان تاریخی واقعات پر صداقت و حقانیت کی تلاش کو کام میں نہیں لایا جاتا اور نہ انصاف اور حق پرستی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حالت یہی ہے جیسا کہ ذکر کی گئی تو پھر کیوں ان حالتوں کی موجودگی میں تعدد ازدواج کو اختیار کیا گیا اگرچہ اس کے متعدد وجوہات ارباب فضل و تحقیق نے دیئے ہیں مگر ہم علی سبیل الاختصار اہم بات پر مختصراً عرض کرتے ہیں۔

پیغمبر کے اہم مقاصد میں سے تمام عالم انسانی کو تعلیم کرنا اور ان کی قولی و فعلی ہدایتوں سے اصلاح کرنا ہے۔ اسی لئے اس کو بہت سے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے کہ وہ ہر قسم کے فیض کو پیغمبر سے حاصل کریں اور دوسرے لوگوں اور آئندہ نسلوں کے لئے مشعل ہدایت بن جائیں۔ خصوصاً جبکہ وہ تمام دنیا کی ہدایت اور اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہو۔ بنی اسرائیل کے انبیاء اور امم سابقہ کی طرح فقط ایک قوم یا ایک شہر اس کا نقطہ نظر اور مرکز اصلاح و ہدایت نہ ہو، نیز اس کو عورتوں کی بھی اصلاح کرنی ہے اور بہت سے ان قوانین کو بھی پھیلانا ہے جن کا تعلق عورتوں اور مردوں کے باہمی علائق سے ہے۔ اسی لئے اس کو بہت سے شاگرد اس صنف کے بھی درکار ہیں تاکہ وہ جملہ ان امور کو جن کا تعلق فقط عورتوں سے یا عورتوں اور مردوں کے آپس کے علائق سے ہے سیکھیں۔ اور تمام عالم کے لئے مشعل ہدایت بنیں۔ لہٰذا اس مقام پر فقط دو چار عورتوں پر اکتفا کرنا بہت ہی اقل قلیل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ عورتوں کی جملہ ضروریات اور اصطلاحات کی تعلیم بغیر ملاقات زن و شوئی نہایت مشکل ہے کیونکہ شرم و اجنبیت بہت سی چیزوں کی تعلیم و تعلم سے مانع ہوگی۔ اس مقام پر ضروری تھا کہ بہت زیادہ وسعت کو اختیار کیا جاتا۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار نہیں کیا اور بہت تھوڑی مقدار پر کفایت کی اور یہی راز ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ احکام الٰہیہ کے انتشار کا وقت آیا ہے تعدد ازدواج کو اختیار فرمایا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نبوت کے بعد مکہ معظمہ کی زندگانی اور مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں فقط اصلاح عقائد و اخلاق کو مد نظر رکھا گیا تھا اور سنہ دوم ہجری سے اصلاح اعمال اور اقوال کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔ اور اسی قسم کے قوانین موسلا دھار بارش کی طرح اترنے لگے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اسی وقت بھی عورتوں کی اچھی اور خاصی مقدار سیکھنے والیوں کی [illegible]

يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔ اور تم خدا کی آیتوں اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے۔ بیشک اللہ رازدان پورا خبردار ہے۔

یہ خاص تاکیدی حکم ازواج مطہرات کے لئے اسی بناء پر ہے جس سے عام صنف مستورات کے لئے پوری روشنی پڑتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا جس قدر بھی آپ کی ازواج ہیں وہ سب تجربہ کار زیادہ عمر والی ہیں جو کہ پہلے ازواج سے بیوگی کی حالت میں آپ کے نکاح میں آئی ہیں۔ کیونکہ کم عمر دوشیزہ لڑکیوں پر طبعی طور پر لہو و لعب غالب ہوتا ہے۔ احکام اور علوم سیکھنے کے واقعات وغیرہ یاد رکھنے کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ بیشک ان کم عمر لڑکیوں سے شہوت رانی کے مقاصد میں زیادہ تر کامیابی ہوتی ہے مگر جو مقصد پیغمبر کا اصلاح امت اور حفظ علوم و تعلیم و تعلم کے لئے ہوتا ہے وہ ان میں طبعی طور پر بہت کم ہوتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ سے زیادہ تعلق تھا اسی لئے کہ استاد فن اور ماہر معلم کو اپنے شاگرد سے جس سے اس کو زیادہ تعلق ہوتا ہے جس کو وہ نہایت ذکی، سمجھدار، قوی الحافظہ اور صحیح دلیل دیکھتا ہے۔ کیونکہ ایسے شاگرد میں نہ صرف اس کی تعلیم کا اثر مکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے بلکہ امید کی جاتی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی فیضیاب بنائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ انتہائی درجہ کی ذکی اور سمجھدار تھیں۔ طبیعت نہایت تیز اور حافظہ نہایت قوی رکھتی تھیں۔ فصاحت اور بلاغت میں بھی اپنی نظیر آپ تھیں اسی لئے تمام ازواج میں ان کا نمبر اعلیٰ رہا۔ اس طرز تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ صنف نسواں میں ان ازواج کے ذریعہ سے نہایت مکمل طریقہ پر تعلیم اسلام مروج ہو گئی۔ احادیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے اوراق کو مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ بے شمار علوم اور قوانین کا ذخیرہ ان عورتوں یعنی ازواج مطہرات کے ذریعہ معلوم ہوا نہ صرف فلسفہ تدبیر منزل اور

(باقی ص ۵ پر)

بقیہ:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تربیت اور اس کا اثر

قوانین معاشرت ازدواج کے ذریعہ معلوم ہوئے بلکہ فلسفہ تہذیب و اخلاق اور قوانین رضاعت، خانگی سیاست وغیرہ وغیرہ میں بھی بہت زیادہ علوم امہات المومنین کے ذریعے ہوا ہے۔ خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو سب میں مثل آفتاب علوم و فقہ و حدیث و دیگر علوم ہوئی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب کوئی مسئلہ مشکل ہو جاتا اور کوئی صورت فیصلہ کی نہیں ہوتی تو ازواج مطہرات کی طرف رجوع کرتے اور مفید باتیں معلوم کرتے تھے۔ اس مقام کی تفصیل کتب حدیث میں مکمل موجود ہے۔

علاوہ ازیں ان امور مذکورہ کے ازدواج سے بہت سی سیاسی مسائل کا حل بھی ہوا ہے۔ اور مختلف خاندانوں سے تعلقات قائم کر کے اسلامی ترقیات کے اسباب اور وسائل وجود میں آئے ہیں۔ اور خاص یہی وجہ ہے کہ کوئی عورت آپ کے نکاح میں بطور قسم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ اپنا [illegible] اس سے متعلق پیدا ہو کوئی اہم امر نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ آپ کی شان تعدد ازدواج میں امت سے نرالی اور علیحدہ ہے۔ اس لحاظ کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہو سکتی۔

اب ہم ناظرین کو دوسری طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں اور امور مذکورۃ الصدر ایسے ایسے درپیش ہیں مگر اس حالت میں نو عورتیں نکاح میں موجود ہیں۔ اور ہر ایک کے پاس نوبت بنوبت شب باشی فرماتے ہیں۔ چونکہ ہر عورت کی نوبت نو راتوں کے بعد آتی ہے۔ لہٰذا اس عورت کے حقوق ادا کرنے کو یا یہ طرز رکھتی ہر شب ہمبستری کی نوبت آتی ہے اس لئے ادا کرنے کی ضرورت ہے کہ جس کسی کی نوبت ہو اس کا [illegible] ہے باوجود اس قدر موانع کے اتنی طاقت ہو کہ ہر شب میں کم از کم ایک مرتبہ ہمبستری کرے اس کی قوت باہ جوانی کے زمانہ میں کتنی ہوگی۔ پھر اس کا اندازہ کیجئے جس کا نکاح بے تزوج رہے اور پچیس برس تک پچیس برس تک فقط ایک زوجہ پر کفایت کرنا کس قدر اپنے نفس کو [illegible] اور تزکیہ روح کرتا ہو۔ [illegible]

ہے اس ہو فیصلہ کر کے کتب حدیث سے ہم ناظرین کرام کو پھر اسی امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں جیسا احادیث میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ آپ نے کبھی کبھی ایک ایک شب میں اپنی ازواج مطہرات جن کی شمار اس وقت گیارہ تک تھی ہمبستری فرمائی۔ اور یہ واقعات آخری عمر کے ہیں خصوصاً حجۃ الوداع کا واقعہ تو کوئی ذاتی قلیل ہے اور ایام سے پہلے ظہور میں آیا۔ علاوہ ازیں یہ کہ آپ کی غذا اچھی دائم مرغن نہیں تھی اور نہ آپ مقویات استعمال کرتے تھے بلکہ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ تو روزوں میں گذر جاتا تھا اور کئی روز سے وصال کرتے تھے۔ اور جن دنوں آپ افطار فرماتے ان میں اکثر دنوں تو فاقہ ہوتا۔ پیاس اور فاقہ کشی میں گذرتے تھے۔ خشک غذا ضعف اور ناتوانی سے آواز بھی پست ہو جاتی تھی بنا بریں غور کرنے کا مقام ہے کہ جس مقدس شخص کی قوت باہ تریسٹھ برس کی عمر میں باوجود احوال مذکورالصدر اتنی ہو کہ وہ ایک شب میں ازواج مطہرات کے پاس جانا ہو اس سے پہلے ہر شب میں اپنی کسی نہ کسی زوجہ کے پاس رہا کرتا ہو اس کی طاقت جوانی اور ابتدائی زمانہ میں کس قدر ہوگی اور آپ کی کا اس زمانہ میں فقدان اور ضرورت کے باوجود ایک نکاح اور فقط ایک عورت کے ساتھ رہنا کتنا بڑا اور سخت کام ہوگا۔ ہم اس مقام پر ایک امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک شب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عورت کے پاس جانا اور ہمبستری کرنا محض شرعی مسئلہ اور قوانین کے بیان کی غرض سے ہوا تھا جیسے غسل، احرام، انصاف بین النساء اور حسن معاشرت وغیرہ کے بہت سے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر باوجود ان جملہ امور کے ہماری مقرر نظریات پر بھی نہایت تیز روشنی پڑتی ہے۔

ہم ناظرین کرام کو ایک نہایت اہم نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے [illegible] آپ نے تمام ازواج [illegible] کے ساتھ ہمبستری [illegible] قوت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس زمانہ میں ہم لوگ آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آنحضرت کو چالیس مردوں کی قوت باہ عطا کی گئی ہے یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نہایت صحیح اور قوی معلوم ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس آخری عمر میں اس قدر موانع کے موجود ہوتے ہوئے آپ کو روزانہ ایک زوجہ سے ہمبستری کی طاقت نہیں ہو سکتی تھی چہ جائیکہ گیارہ عورتوں سے ایک شب میں ہم بستر ہوں۔ اب اس سے اندازہ کرنا چاہئے کہ امت کے ہر مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو ساٹھ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہونا چاہئے اور چونکہ احادیث میں ہر کو چار عورتوں کی قوت ہے تو آپ میں ایک سو ساٹھ عورتوں کو سنبھالنے کی قوت ہونا چاہئے اس لحاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پچیس برس تک بلا زوجہ رہنا اور پچیس برس تک فقط ایک زوجہ پر کفایت کرنا اپنی اجتہاد کشادہ اپنے نفس پر [illegible] ہوگا۔ اور اس کے بعد بھی فقط نو عورتوں پر کفایت کرنا اعلیٰ درجہ کی ریاضت نہ ہوگی؟

مزید برآں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقولہ مذکورالصدر نقل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو چالیس مردوں کی قوت آپ کو دی گئی تھی وہ اس دنیا کے مرد نہیں بلکہ جنت کے چالیس مردوں کی قوت باہ آپ کو دی گئی تھی۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں ہر مرد کو دنیا کے سو مردوں کی قوت دی جائے گی۔ اس حساب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے چار ہزار مردوں کی قوت ہونا چاہئے اور دنیا میں ہر مرد کے لئے چار عورتوں کے حساب سے آپ کو سولہ ہزار عورتوں کی اجازت ملنا چاہئے۔ اب اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس مقدس ہستی میں سولہ ہزار عورتوں کی قوت باہ موجود ہے اس کو پچیس برس تک بے نکاح عفت کے ساتھ رہنا اور پچیس برس تک فقط ایک عورت کے ساتھ رہنا اور اس کے بعد [illegible] پر کفایت کرنا نفس [illegible] ہے

چیز بالکل [illegible] شیرہ [illegible] کی طرف رغبت دلاتا اچھی چیزوں سے اس قدر بے چیز رکھنا کہ میت کے وقت بھی ان سے پاس نہ ہو بیعت کرنا۔ کبھی شکم سیر خط ملط کو غیر عورتوں سے دور رکھنا۔ یہ اعلیٰ درجہ کی پاکدامنی اور عصمت نہیں ہے تو کیا ہے؟

(ماخوذ از رسالہ تمام العلوم)

نبوت کے اوصاف

(بقیہ صفحہ ۳)

(اس کی توضیح) اس سوال نہ اس کی ذات۔ اس اجتماعی اور تمدن کے جو اصول اور آئین ہیں انہی کو تربیت کہتے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی بقائے نوع اور بقائے جان و مال کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ تمدن کے ذریعہ سے انسان اپنی خوراک لباس، مسکن اور دیگر ضروریات مہیا کرتا ہے۔ اور تمدن کے ذریعہ اس کی جان و مال اور اولاد خطرات سے محفوظ رہتی ہے لیکن اس تمدن اور اجتماع کو دنیا داری اور ضابطہ اور دستور العمل ہونا چاہئے۔

یہ ظاہر ہے کہ ایسا دستور العمل اور ضابطہ نہیں بنا سکتا جو تمام بنی نوع انسان کے تمام مصالح اور ہر شخص کی ضروریات کا کفیل ہو۔ ایسا ضابطہ وہ شخص وضع کر سکتا ہے جس کو تمام مسائل ہو۔ جس کی اس کی ذات سے تعلق ہو جتنا ہو جن کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ہے۔ جو شخص رنگ و مذہب سے آگاہ ہوتا ہے۔ [illegible] ہوتا ہے۔ ہر شخص سے اس کا تعلق ہے۔ موافق خطاب کرتا ہے۔ لوگوں کو ان کی استعداد کے موافق احکام کی تکلیف دیتا ہے۔ یہی شخص پیغمبر اور رسول ہوتا ہے۔

([illegible] القدس)

من اطاعنی دخل الجنۃ
ومن عصانی فقد ابیٰ

جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے دخول جنت سے انکار کیا۔

صبر و استقلال

از: عبدالمنان - ٹیچر - ملر پیٹھ بلہاری

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جو کوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کا جتنا مقرب و محبوب ہوتا ہے، اسی قدر اس پر سخت آزمائش و امتحان ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ مصائب و آلام انبیاء علیہم السلام پر آتے ہیں۔ اس کے بعد اولیاء اللہ اور پھر جس کا جتنا تقرب زیادہ ہوگا اتنا ہی اس پر پیش آئیں گی اور یہ دستور اوائل دنیا سے چلا آرہا ہے۔

جب کسی سے کوئی قصور یا لغزش ہو جاتی ہے تو وہ نہایت بے قرار و بے چین ہو جاتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے سیلاب جاری ہوتے تھے اور وہ چین و سکون سے اس وقت تک نہیں بیٹھتے جب تک کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوتی۔ دنیا کے عیش و آرام کو خیرباد کرتے۔ ان کو صرف یہی دھن رہتی کہ ان کے قصور کسی طرح معاف ہو جائیں۔ ہر وقت توبہ کی رٹ زبان پر جاری رہتی تھی۔ خداوند قدوس کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے۔ ان کی پیشانیاں گھس جایا کرتی تھیں۔ ان کے لئے کھانا پینا بالکل بے مزہ ہو جایا کرتا تھا۔ اور اسی بے قراری کی حالت میں ان کو جینا بھی محال تھا۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھئے۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک جگر سوز مصیبتیں اٹھاتے رہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں جھونکا گیا۔ خود ہمارے سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کے سلسلے میں کس قدر مصیبتیں پیش آئیں۔ خصوصاً طائف کا واقعہ جبکہ آپؐ کے جسم سے خون کے فوارے جاری تھے۔ آپؐ بالکل لہو لہان ہو چکے تھے۔ آپؐ کا لباس خون سے تر ہو چکا تھا۔ خون کی وجہ سے پیر جوتی سے چپٹ گئے تھے۔ اور آپؐ عالم بے ہوشی میں سفر کرتے جا رہے تھے۔ جہاں کچھ آرام ملا پھر پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی۔ لیکن آپؐ نے ان تمام جرائم کا بدلہ نہایت صبر و استقلال سے دیا۔

یہی سلوک آپؐ کے ماننے والوں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ ان سے قطع تعلق کیا گیا اور جتنی ایذائیں پہنچائی جا سکتی تھیں پہنچائی گئیں۔ ایسی حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اپنے محبوب بندوں کی آزمائش چاہتا تھا۔ چنانچہ چند مشہور صحابہ رسالت کے بندوں کے واقعات درج کئے جاتے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے آزمایا تھا۔ وہ سخت ترین آزمائش تھی لیکن انہوں نے بطریق احسن کامیابی حاصل کی۔

حضرت کعب بن مالک رضؓ

غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تمام صحابیوں کو قطع تعلق کا حکم دیا۔ لوگ ان سے بات چیت تو درکنار سلام کا جواب تک نہ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے باغ میں گئے وہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ کعبؓ نے سلام کیا۔ مگر وہ خاموش رہے۔ انہوں نے پکارا اے ابو قتادہ تم خوب جانتے ہو کہ اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ میرا دل شرک و نفاق سے پاک ہے۔ مگر وہ جواب نہ دیئے۔ صرف اتنا کہا کہ اللہ و رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ اس پر انہوں نے خوب دل بھر کر رو دیا۔ اور گھر آگئے۔ جب کبھی وہ مسجد میں جاتے صحابہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس رونق افروز رہتی مگر یہ ایک طرف گوشہ میں تنہا بیٹھے اپنی حالت زار پر افسوس کرتے۔ وہ اپنے آقا رسولؐ کو گھورتے لیکن آپؐ ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔

ایک دن بادشاہ غسان اپنے قاصد کے ذریعہ ایک خط روانہ کیا جو لکھا ہے کہ ہمیں یہ خبر سنکر نہایت صدمہ ہوا کہ آج کل تمہارے آقا تم سے خفا ہیں اور تم پر ظلم کر رہے ہیں اور تمام صحابیوں نے تم سے قطع تعلق کر دیا ہے۔ حالانکہ تم ایسے نہ تھے۔ تم میرے پاس چلے آؤ جو آپ کو مال و دولت سے نوازدونگا۔ اور آپ کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔ لیکن کعبؓ خط پڑھ کر نہایت خفا ہوئے۔ اور خط پھاڑ کر نذر آتش کر دیا۔ اور قاصد سے کہا کہ جا کر تمہارے آقا سے کہدو کہ آپ کے انعام و اکرام اور عزت افزائی سے میرے آقا کا ناراض رہنا ہی لاکھ درجہ بہتر ہے۔

پھر ان کو حکم ہوا کہ اپنی بیوی سے الگ رہیں۔ غور کرو صبر کی بھی حد ہوتی ہے۔ اپنی رفیق حیات سے بھی علیحدہ ہونا کچھ کم مصیبت نہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر بیوی نیک خصلت ملی تو پھر گھر اسکے لئے جنت ہے۔ کیونکہ شوہر اپنی ہر قسم کی پریشانی رنج و غم، دکھ درد اور اپنی قلبی کیفیات بیوی کے سامنے ظاہر کرکے قلبی تسکین کو حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو بھی میکے روانہ کرتے ہیں۔ مگر وہ نیک دل ہی تھے جو ان مصیبتوں کے باوجود بھی زبان پر حرف شکایت تک نہ لائے۔

ایسا ہی پچاس دن ختم ہو گئے۔ آخر بارگاہ الٰہی میں انکی توبہ مقبول ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ خوشخبری سنائے اور یہ سنکر کہ کعبؓ کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے فوراً سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نہایت خوش تھے اور فرماتے ہیں کہ اے کعبؓ اس سے بہتر تمہارے لئے کوئی دن نہیں جبسے تم پیدا ہوئے۔ اور حضرت کعبؓ اسی خوشی میں اپنے مال کا ایک تہائی حصہ خدا کی راہ میں خرچ کئے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ

یہ غریب الوطن مومن تھے۔ جب اسلام لائے تو کافر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں آگ پر سلا دیا اور کبھی گرم گرم ریت پر لٹاتے تھے۔ اور کبھی پانی میں گھنٹوں ڈبوتے تھے۔ ایک مرتبہ اتنا ڈبوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ اور اسی بے ہوشی میں ان کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں برے الفاظ کہلوائے اور اپنے معبودوں کی شان میں اچھے الفاظ کہلوائے۔ ایک مرتبہ سنگدل مشرکوں نے آگ پر لٹا دیا اور کباب کی طرح بھننے لگے۔ اسی اثنا میں حضورؐ ادھر راستے سے گزرے اور یہ دردناک منظر دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا۔ اے آگ تو ابراہیمؑ کی طرح عمارؓ پر بھی ٹھنڈی ہو جا۔ اور اس دعا کی برکت سے اور اللہ کی رحمت سے آگ ٹھنڈی ہو گئی۔

حضرت خباب بن ارت

رضی اللہ عنہ بھی ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہر قسم کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کئے۔ اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ سنگدل کافروں نے ان کے لئے بھی وہ لرزہ خیز سزائیں تجویز کیں جو حضرت بلالؓ وغیرہ کو کئے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں لٹایا۔ تیز گرم گرم ریت پر اتنی دیر تک لٹایا جاتا تھا کہ جسم پر آبلے پڑ جاتے اور جب آبلے پھوٹ جاتے ساری پیٹھ لہو لہان ہو جاتی تھی اور پیٹھ بالکل بے ترتیب ہو چکی تھی۔ گوشت بالکل ختم ہو چکا تھا۔ مگر ان سب تکلیفوں کے باوجود ان کے اسلام اور ایمان میں فرق نہیں آیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے زمانہ خلافت میں ان سے ایک دفعہ ان تکالیف کا حال معلوم کیا جو کافروں نے ان کو پہنچائی تھیں۔ جواب میں خبابؓ نے اپنی پیٹھ بتائی۔ عمرؓ دیکھتے ہی حیران ہوئے اور فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی بھی نہ دیکھی ہوگی۔ خبابؓ نے عرض کیا اے امیرالمومنین میری کمر کی ایسی حالت کافروں اور مشرکوں نے کر دی۔ وہ آگ کے انگاروں پر لٹاتے تھے اور اتنی دیر لٹاتے تھے اور اتنی دیر لٹاتے تھے کہ میری کمر اور پشت سے چربی اور خون نکل کر آگ کو بجھا دیتے تھے۔ اسی صبر و استقلال کا نتیجہ تھا کہ دنیا ہی میں انہیں جنت کی خوشخبری سنائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ۔ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور ہم اسی پر قائم رہیں۔ پس ان کے لئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام مالکؒ

رحمۃ اللہ جب حکومت کی طرف سے جبراً طلاق واقع ہونے پر کسی مرد کو خوف و ہراس دلا کر جبراً اپنی عورت کو طلاق دینا کا حکم جاری کیا گیا تو آپ نے انکار کیا۔ نتیجہ حاکم وقت نے ان کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور وہ مظلوم امام گرفتار ہو کر بے رحم جلادوں کے حوالے

(باقی صفحہ پر)

وسیلہ فی الاسلام

بقیہ صـ ۲

حضرت بریدہ اسلمی سے وسیلہ دعا کی درخواست کی۔ حضرت معاویہ رضی نے آنحضرت صلعم اور دوسرے خلفاء اربعہ یا حضرت عباس وغیرہ جو رحلت فرما چکے تھے ان کے نام کا وسیلہ بگیر دعا نہیں مانگی تھی۔

مولانا خلیل احمد صاحب کتاب فقہ۔ جزء ثانی بحرالرائق اور درالمختار جلد ثانی ص۳۶۱ اور غرائب فی تحقیق المذاہب میں حضرت امام ابوحنیفہ رح کا ایک واقعہ تحفۃ القضاۃ سے حوالہ دیئے ہیں شامی جلد پنجم درالمختار میں امام ابوحنیفہ رح امام محمد رح امام ابو یوسف نے حرام قرار دیا ہے کہ آدمی اپنی دعا میں بحق فلاں یا بحق انبیاء یا بحق رسول صلعم کہے۔ شرح فقہ اکبر میں مولانا ملا علی قاری حنفی نے امام ابوحنیفہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ کسی کو جائز نہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے وسیلے سے دعا کرے۔ دیکھو امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے فتوے جو صحیح ہیں الکرخی میں ابو الحسن قدوری نے مفصل لکھا ہے کہ کسی مخلوق کی ذات کو خدا کے درمیان میں ڈال کر دعا کرنا اے خدا میں تیرے انبیاء کے حق اور طفیل کا تجھے واسطہ دیتا ہوں۔ یہ جائز نہیں۔ دیکھو کتاب وسیلہ باب ۳ فصل امام مذہب امام ابوحنیفہ اور دیکھو فصل (۶) امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے مذہب کی تشریح۔ مذکورہ بالا کے مختلف ہمارے ہمارے حنفی مسلک کے مفتیوں کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کا توسل جائز نہیں مگر ہمارے چند تبلیغی دوست اور ساتھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ توسل جائز ہے اس رائے کی تائید میں حضرت اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب نشر الطیب کا حوالہ دیتے ہیں۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں لکھا ہے کہ توسل بعد الوفات بھی جائز ہے اور ایک روایت بھی اس کتاب میں ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ سے شکایت کی اور آپ نے فرمایا کہ نبی صلعم کی روضہ مبارک اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کرو۔ یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا تو بارش ہوئی۔

جناب اشرف علی صاحب کی اس کتاب نشر الطیب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبر والوں کا وسیلہ جائز تھا مگر انہیں کی کتاب اصلاح الرسوم سے ناجائز بلکہ شرک ٹھیرایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب نشر الطیب پہلے لکھی گئی تھی۔ اور بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم بعد میں لکھے گئے ہیں جس میں قبر پرستوں کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں۔

جب میں نے تجلی کے مدیر مولانا عامر عثمانی صاحب مدظلہ سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے جواب میں یہ عنایت فرمائی کہ بہت سے اگلے تجلی کے پرچوں میں صاف لکھ چکے ہیں اور جواب کے لئے کتاب وسیلہ بدعت کیا ہے حقیقت غور سے ملاحظہ کرنے کے لئے ارشاد فرمائے گئے۔ مگر ان پرچوں ۱۹۶۶ء سے اتفاق کر پہنچے کا اور ان کی رائے کا بھی جب مطالعہ کیا معلوم ہوا ہمارے حنفی مذہب کے اصول کے مطابق دعا میں وسیلہ جائز ہے۔

مگر ہمارے تبلیغی جماعت کے چند ساتھی دعا کے آخر میں یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ یہ ہماری تمام دعاؤں کو رسول پاک کے صدقہ یا طفیل سے قبول کر۔ اس کا یہ ثبوت ہے کہ اس وسیلہ کا ہندوستان کے عالم دین حضرت مولانا الحاج شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب اپنی تبلیغی نصاب کی کتاب باب ... صفحہ (۱۰۹) میں ایک حدیث بیان کی ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے تو گریہ وزاری کرتے رہے۔ بعد جب یہ دعا کی کہ آپ اللہ صلعم کے وسیلہ سے مغفرت چاہتا ہوں تو دعا قبول ہوئی۔ اسی بنا پر ہمارے تبلیغی ساتھی دعاؤں میں نبی صلعم کے نام کا وسیلہ لیا کرتے ہیں۔ مگر امام ابن تیمیہ اپنی کتاب وسیلہ باب (۲) فصل (۳) میں مفصل طور سے لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے باپ اور دادا کے واسطے سے حضرت عمر رض سے مرفوع روایت کی ہے۔ اور احمد بن حنبل ابو حاتم نسائی دارقطنی اور بہت سے اماموں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کہ عبدالرحمن بن زید حدیث کو ... کرتے تھے۔ ... مرسل حدیث کو مرفوع بنا دی تھی۔

اس لئے مخلوقوں سے مانگے گئے۔

حضرت مولانا عامر عثمانی صاحب مدظلہ اپنے تجلی کے پرچہ ماہ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ (۴۳۲) میں حضرت آدم علیہ السلام کے ایسے وسیلے کی دعا کو جائز قرار دیئے ہیں۔

میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کو آدم علیہ السلام اور اگلے پیغمبروں کی اتباع جائز ہے؟ چونکہ نبی صلعم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے عمل سے یہ وسیلہ جائز نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام حقیقی بہن بھائی کے ساتھ نکاح جائز ٹھیرایا ہے۔ مگر ہمارے نبی صلعم اس کو حرام ٹھیرایا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کئے اور بھائیوں نے بھی تعظیماً سجدہ کو کئے۔ مگر ہمارے نبی صلعم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ حرام ٹھیرائے ہیں۔

اگر دعا میں قبر والوں کا وسیلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور اس میں شرک کا شبہ ہے تو اللہ عزوجل سے براہ راست کیوں نہ مانگیں؟ اور شرک سے کیوں نہ بچیں۔

میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو صراط مستقیم کی رہنمائی کرے۔ اور مذہب اسلام پر ثابت قدم رکھے۔ ان گمراہ کن اور بے دینی باتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین — فقط

جے۔ عبدالستار

ڈیفریاب۔ ڈی۔ یس۔ پی
کرنول (آندھرا پردیش)

بقیہ — صبرو استقلال

رہ گئے تھے۔ انہوں نے اتنی دیر میں ... ساتھ کو ... امانت ہے۔ شانے آگے کئے۔ اور سارا جسم لہولہان ہوگیا۔ ... لیکن اس پر بھی ... ہوا تو اسی حالت میں امام صاحب کے چہرہ پر سیاہی ملا کر گدھے پر سوار کر کے مدینہ کی گلیوں میں پھرایا گیا۔ اور ان کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر حق و صداقت۔ استقلال و استقامت کے اس پیکر نے اپنے صحیح مسلک سے ذرا برابر قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ بلکہ رضاء الٰہی کے لئے ہر ظلم و ستم کو برداشت کئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ان کے جسم کو اتنی تکالیف پہنچائی گئیں کہ مرتے دم تک اس کا اثر باقی رہا۔

حکیم سقراط

... ایک جماعت تھی۔ جو حق ... اور صداقت کے لئے زندگی بسر کرتا تھا۔ ساٹھ سال کی عمر میں سینیٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ ایک معاملہ میں ممبروں نے بے انصافی برتی تھی۔ جو دوسرے ممبروں میں اختلاف پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ میں ظلم اور ناانصافی کو اپنے اوپر برداشت کرسکتا ہوں لیکن دوسرے شخص کے ساتھ بے انصافی ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔

ان کے مخالفین نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے۔ اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو حکومت کو بھڑکا کر شکایت کی۔ کہ یہ نوجوانوں کو بے دین بنا رہا ہے اور بت پرستی کے خلاف گفتگو اور حکومت کے خلاف تقریریں کرنے کا الزام لگایا۔ آخر حکومت نے اس کو قید کیا۔ اور مقدمہ چلایا گیا۔ اور اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف کرنے کو کہا۔ لیکن اس نے انکار کردیا۔ آخرکار عدالت نے پھانسی کا حکم دیا۔

حالت قید میں بعض احباب نے کہا کہ نکل کر بھاگ جاؤ لیکن اس نے جواب دیا ... کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں موت کا گذر نہیں ہوسکتا۔ اس عہد حکومت میں پھانسی یا گردن مارنے کے بجائے زہر کا پیالہ دیا جاتا تھا۔ جب زہر کا پیالہ ... آیا ... پی گیا۔ جب اس کے ساتھی ... رونے لگے تو اس نے کہا کہ مرد ہو اور مردوں کی طرح مصیبتوں کو برداشت کرو۔ رونا عورتوں کا کام ہے۔

اور یہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے ... ایسے نازک وقت میں صبر کرنا چاہئے ... سب سے بڑی چیز یہ کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ان اللہ مع الصابرین۔
[illegible]

عصمت انبیاء علیہم السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ اعتراض ہے کہ آپ نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو عتاب کرتے وقت سر سے پکڑ کر کھینچا جس پر انہوں نے فرمایا۔ یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی۔ یعنی میرے سر اور ریش کو مت پکڑ۔ چونکہ حضرت ہارون نبی تھے۔ اس لئے آپ کا یہ فعل ایک نبی اللہ کی بے حرمتی پر دلالت کرتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ آیت کے الفاظ تو صرف یہ ہیں۔ واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے سر کو پکڑ کے کھینچا اس سے ہرگز ہارون کو مجروح کر کھینچنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ حضرت موسیٰ نے غصہ میں حضرت ہارون کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ تم نے قوم کی طرف سے غفلت کیوں کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب آپ کے غضب کی حالت کو دیکھا تو اس خیال پر کہ کہیں عتاب بصورت ضرب نہ ہو فرمایا کہ میرے سر اور ریش کو آپ نہ پکڑیں۔ الفاظ لا تاخذ بلحیتی سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ در حقیقت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی تھی۔ اور آپ کی بے حرمتی کا قصد بھی کیا تھا۔ جس کی مثال آیت کریمہ۔ قولہ تعالیٰ یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم اس آیت میں بظاہر پیغمبر علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ آپ شعراء اور کفار کی بات کو مت مانو۔ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی اطاعت کرتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا بلکہ محض بطور احتیاط ایسا فرمایا بحیثیت نبی کے بارے میں عوام الناس کو استقامت اور تنبیہ کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ یہ تمام فعل کے آیت کے اس حصہ لا تاخذ سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی تھی ... ہے۔ الغرض لا تاخذ صیغہ نہی ہے امر کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا اور اس امر سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے محض محبت دینی پر مبنی ہے جس میں کوئی معصیت کو ہرگز دخل نہیں۔ محض حق کا اظہار محض اس کی دینی غیرت کا نتیجہ ہے۔

دوم حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے قبل از مصاحبت کہا کہ میرے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا ان کے مختلف افعال پر اعتراض کیا حالانکہ قبل از سفر یہ بات بطور معاہدہ قرار پا چکی تھی اور معاہدہ کی خلاف ورزی ایک نبی اللہ کی شان سے بعید ہے۔

جواب یہ ہے کہ آپ کا اعتراض کرنا نقض عہد کی نیت سے نہیں تھا بلکہ محض بطور نسیان آپ سے ایسا واقع ہوا اور نسیان کا انبیاء کرام علیہم السلام سے واقع ہونا ہرگز ان کی عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ عوام الناس کے خلاف انبیاء کرام علیہم السلام کو نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ اور یہی ان کے حق میں بمنزلہ جرم سمجھا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ بالا اعتراض کی نسبت خود قرآن مجید نے فیصلہ دیا کہ یہ ان کے نسیان کا نتیجہ تھا۔ فرمایا۔ لا تؤاخذنی بما نسیت مجھے اس بات پر الزام مت دو جو بصورت نسیان واقع ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض جو ظاہر میں امر خلاف شرع تھا۔ اس کے باعث آپ نے کہا کہ میں بھول گیا مجھ سے بھول چوک ہو جاتی ہے۔

سوم آپ نے فرمایا فعلتہا اذا وانا من الضالین۔ یعنی قبطی کا قتل کرنا بحیثیت ضلالت کی حالت میں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ آپ ضلالت اور گمراہی میں تھے۔

الجواب:۔ آپ کا مذکورہ ...

باقی صفحہ ۱۰ پر

چوری کا نیا ڈھنگ

رمضان کی آمد آمد ہے جناب فضل الرحیم کرنولی عبدالسلام صاحب حیدرآبادی کو خط لکھ دیتے ہیں کہ ضرور رمضان شریف میں کرنول تشریف لائیے۔ آپ حیدرآباد میں کس مپرسی کی حالت میں اداس رہتے ہیں۔ چونکہ خطاط فرزند شاداں و فرحاں کرنول تشریف لاتے ہیں۔ آپ کو اہلحدیث کی مسجد کو زور جماتے ہیں پردہ باندھ کر بٹھایا جاتا ہے اور فضل الرحیم جماعت و غیر جماعت کے لوگوں سے کسی کی ٹھوڑی کسی کی داڑھی اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر منت سماجت اور لجاجت سے کہتے ہیں۔ مولوی صاحب آگئے ان کے کھانے پینے کی باری مقرر کی جاتی ہے۔ آپ مہربانی کیجئے آپ بھی اس کار خیر میں حصہ لیجئے۔ ایک باری آپ بھی برداشت کیجئے وغیرہ وغیرہ اگر کسی نے اعتراض کیا کہ آپ نے ان کو کیوں بلایا تو نہایت سنجیدگی اور متانت سے جواب دیتے ہیں۔ جی! نہیں! میں نے تو نہیں بلایا وہ خود ہی چلے آئے ہیں۔ اب انہیں دھتکارا جاسکتا ہے آخر ان کی تکرار اور اصرار پر کوئی باری تسلیم کرلیتا ہے کوئی صاف انکار کردیتا ہے۔ جب کوئی مثلاً عبدالسلام ہی سے دریافت کرتا ہے کہ جناب! آپ کیوں ہر بار کرنول آتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں جماعت والوں نے مجھے بلایا ہے تو میں آیا ہوں۔ اسی طرح فضل الرحیم کو ٹوکا جاتا ہے کہ تم خود جھوٹے اور بدنیت خود خط لکھے اور بلاتے ہیں۔ مکرتے ہیں میں نے نہیں بلایا وہ از خود آگئے ہیں۔ اب انہیں کیسے دھتکارا جاسکتا ہے اس وقت فضل الرحیم کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جماعت میں ہر بچے بچے کو معلوم ہے کہ کسی طرح جماعت کے کہنے سے ہی بلایا۔

جن لوگوں نے باری تسلیم کرلی ان کی شامت آگئی۔ یہ شخص عبدالسلام چار پیٹ تمہارے یہاں رہتا ہے تاکہ چندہ کا استحقاق ہوجائے۔ یہ چار پیٹ باری والوں پر مسکرات میں بانٹے جاتے ... کرکے ... اگر ... اور ... جاتے ہیں۔ کچھ انہیں کچھ احساس کچھ شرم اور غیرت نہیں ہوتی یہ بلا جواب دستر خوان پر آدھمکتے ہیں۔ البتہ خداترس حقیقی علماء تو کم کھاتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت تمام تہا علماء کی خوراک ایک کھا لاحرف ایک ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ مومن ایک آنت سے اور کافر سات آنت سے کھاتا ہے۔

جماعت کا آپ سے کوئی تعلق اور شغف نہیں۔ آپ وعظ کے لئے بیٹھتے ہیں تو جماعت باہر نکل جاتی ہے چنانچہ امسال حافظ عبداللہ کے بیان کے بعد آپ رونق افروز ہوئے تو جماعت جب منتشر باہر نکل گئی نیز مستورات بھی چلی گئیں۔ آپ کو غصہ آیا اور فرمایا لوگ مجھے ذلیل کرتے ہیں۔ اللہ ان کو ذلیل کرے۔ اس پر اہل جماعت سخت ناراض ہوگئے۔ کبھی آپ نماز پڑھاتے ہیں جماعت بیزار ہوتی ہے آپ تو یہ گنڈے کرتے ہیں۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں بیٹھے تعویذ ... پاس آپ پردہ میں اجنبیات غیرمحرم کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں غالباً آپ کے لئے پردہ کے احکام نہیں ہیں۔ بالذات نوعورت ہیں (واللہ اعلم) کبھی کسی ایک عورت کے ساتھ آپ تخلیہ بھی فرماتے ہیں۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ کہاں تک اور کتنے معصوم ہیں۔ ہمیشہ انہیں لوگوں کے لئے دعا ہوتی ہے جن سے کرم فرمائی کی امید اور توقع ہو۔ پھر تو بلا ناغہ ہر روز ان کے لئے ان کی بیوی بچوں کے لئے بلکہ ان کے گھر کے کتے بلیوں کے لئے دعا ہوتی رہتی ہے۔ اور دوسروں کے لئے کچھ نہیں اس ظلم و بدی اور ناانصافی پر ایک شخص نے اعتراض بھی کردیا کہ آپ ہمیشہ ان لوگوں کیلئے دعا کرتے رہیں اور ہم کیا اپنی بھلائی اور بہبودی کے لئے آمین پکارتے رہیں؟ آپ کو یہ اعتراض برا معلوم ہوا۔ اور لوگوں میں بیان بھی کردیا۔ نیز معترضین سے کہا کہ میں تمہارے پاؤں پر سر نیاز رکھ کر معافی مانگتا ہوں۔ لیکن آپ کی عادت نہیں بدلی۔ کوئی ... صفات ... کی ... خدا ... ہوجاتی

باقی صفحہ ۹ پر

علماءِ سُو کی تعریف

از - عبد العظیم امام مسجد قبا کرنول

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ ختم ہوا اور آپ کی اولاد میں سلطنت کا سلسلہ چلا۔ افسوس وہ اولاد حق پرست ثابت نہ ہوئی۔ ہر ایک بدکاری جو دنیا میں ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں اخی اب جب بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تو اس نے سیدونیوں کی بت پرست بادشاہ کی بیٹی ایزبل سے نکاح کر لیا۔ جو بعل کی پرستش کرتی تھی۔ اسنے بادشاہ کو بھی اس طرف مائل کیا۔ اور تمام بنی اسرائیل نے بھی بعل کی پرستش اختیار کی اور نیز اپنے مردہ بزرگوں، اولیاء و انبیاء کی قبروں کی بھی پرستش شروع کی۔ قبر پرستش کا سلسلہ تو ان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک قائم رہا کہ جب مہاجر صحابہ حبشہ سے اور تاجر صحابہ ملک شام سے آئے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے تھے اہل حبشہ اور اہل شام انبیاء و صلحاء کی قبروں پر عمدہ عمدہ عمارتیں بناتے ہیں اور ان کو بوسہ دیتے سجدہ کرتے اور ان سے حاجت طلب کرتے اور خدا کے آگے ان کو وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ جعلوا قبور انبیاءھم وصلحاءھم مساجد

(ترجمہ) یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو قابل سجدہ بنا لیا اور پھر آپ نے فرمایا **اللھم لا تجعل قبری وثنا۔** اے اللہ میری قبر کو بت مت بنا مگر بعل پرستی جو ملکہ ایزبل کی بدولت داخل ہوئی تھی۔ اسی پر بڑا فساد ہوا ملکہ کے اثر سے اخی اب اور بنی اسرائیل نے بعل و عشترات کی پرستش شروع کی اور تقریباً دو سو پیغمبروں کو قتل کیا۔

اسی طرح بنی اسرائیل کا شرک بڑھتا گیا۔ وہ کسی عالم یا پیغمبر کی بات نہ سنتے تھے۔ تب خدا نے ان سے تمام برکتیں چھین لیں اور بت پرست بادشاہوں کو ان پر مسلط کیا۔

بخت نصر شاہ بابل نے جب بیت المقدس پر چڑھائی کی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ان کے اعمال بد کی وجہ سے ان کو محروم رہنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ **ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔** (ترجمہ) یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور صابی ان میں جو شخص یقین رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے۔ ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے۔ ان کے پروردگار کے پاس اور کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں۔ ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمام دنیا کی قوموں کے لئے پیغمبر ہوں جو میرے خلاف کریگا وہ دربار الٰہی میں مردود ہوگا۔ حضرت شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام کے وقت سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تک ہر زمانہ اور ہر بستی میں خدا نے پیغمبروں کو مسلسل بھیجا۔ ایک ایک زمانہ میں مختلف شہروں میں کئی کئی پیغمبر ہوتے تھے۔ اسی طرح سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے۔ پھر جب دنیا پیغمبروں کی آمد و رفت سے آگاہ ہو گئی اور اس قدر ان میں یہ صلاحیت پیدا ہوئی کہ ان کے لئے ایک آخری قانون بھیجا جائے۔ تب خدا نے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان کو ایک ایسا جامع قانون (قرآن) دیا جو قیامت تک تمام دنیا کی اقوام کے لئے دستور العمل قرار پایا۔ اس لئے یہ حکم نازل ہوا کہ مسلمان ہوں یا یہودی یا عیسائی یا دہریئے وغیرہ جو قرآن پر ایمان لا کر عمل نیک کریں۔ ان کا اجر سے اللہ محروم نہ رکھیگا۔ اور فرمان الٰہی ہے۔ **یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا۔** اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ **یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔** (ترجمہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کریگا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا۔ سو وہ بڑی کامیابی پر پہنچے گا۔

مگر آج کل کے علماء سو نے اس آیت شریفہ کو پس پشت ڈال دیا۔ اس پر عمل کرنا ان کو بہت گراں گزرا اور راستی کی بات ان کے پاس ہے ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ بڑے مالداروں دولت مندوں اور امیروں کے ٹٹو بنے ہیں۔ ہر وقت ان کی تعریفیں کرنا، ان کی عزت کرنا، ان کے لئے بڑی اور لمبی لمبی دعائیں کرنا۔ اور ان کے بال بچوں گھروالوں اور بیماروں میں ترقی کی دعائیں کرنا۔ یہ سب اپنا پیٹ پالنے کے لئے بنایا ہے

اے مولویو! تم اپنے ذاتی فائدہ کے لئے اپنی ... ہو۔ ... کے موقع پر بڑی بڑی مجلسوں میں مالداروں کے لئے دعا کرتے ہو۔ اور ان خود غرض دعاؤں میں مالداروں کے نام بھی ظاہر کرتے ہو تاکہ وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ نیز اپنے بیانوں میں مالداروں کے گھروں کی دعوتیں اور ان کے تحفے تحائف کا ذکر کرتے ہو تاکہ وہ دوبارہ تمہاری دعوت اور ہدیہ کا اہتمام کرے۔ اور ان کو خدا پر توکل کرنا اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرنا نہیں آتا۔ یہ ہمیشہ اللہ سے بیگانہ رہتے ہیں۔ اور امیروں کی چاپلوسی اور دم زنی کرتے رہتے ہیں۔ پھر بھی نماز پڑھتے ہیں۔ اور نماز میں **ایاک نعبد و ایاک نستعین** زبان سے کہتے ہیں۔ مگر اس آیت شریفہ کا کچھ خیال نہیں۔ خدا کو چھوڑ کر انسانوں سے آس رکھتے ہیں۔ امید کرتے ہیں۔ اس لئے ان علماء کا ایمان بہت کمزور ہے بلکہ ایمان میں سے اگر کوئی دین کا مسئلہ ہو تو مالداروں کی اس میں رضامندی بھی دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ الٹ ان کے پاس آ جائے تو غریبوں کا حق مار کر مالداروں کو دیتے ہیں۔ اپنے دوست و احباب کی طرفداری کرتے ہیں۔ اور ان کو خطیب بنائے تو جمعہ کا خطبہ بہت اچھے پیرائے میں دیتے ہیں کبھی رابعہ بصری کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ کبھی حسن بصری کے قصے سناتے ہیں۔ اور کبھی الف لیلیٰ کی کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ مسجد کے جو لوگ بہت بنے بیٹھے ہیں۔ بہت دل لگا کر سنتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ایسا بڑا عالم ہم کو کبھی بھی نصیب نہیں ہوا۔ بس اب کیا ہے۔ جیسے وہ بیان کئے ویسے ہی وہ مانتے ہیں۔ اور جاہلوں میں صاحب علم تو ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی پروا نہیں آپ خود بڑے بنے بیٹھے ہیں۔ اے لوگو! خدا سے ڈرو جمعہ کا خطبہ کیا حق رکھتا ہے۔ اور یہ کونسا مقام ہے۔ یہاں تو صرف توحید خداوندی کا بیان ہونا چاہئے۔ یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا بیان ہونا یا نہیں تو قرآن مجید کے فضائل پر۔ ان مولویوں سے کچھ خیر و خوبی کی امید نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن میں کتے اور گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ان لوگوں کو کھلانے ان کی خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ باعث عذاب ہے۔ **قال اللہ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**

(باقی آئندہ)

بقیہ: چوری کا نیا ڈھنگ

ہے۔ گویا جنت الفردوس میں وہی پہلے داخل ہوگا۔ وہاں اس کا حق رہیگا۔ یکا رہو قبے جیسا زہیر و تحقیق۔ الغرض یہ شخص جاہل مطلق ہے۔ قرآن وحدیث سے بالکل ناآشنا ہے۔ محض لوگوں کی چاپلوسی میں زندگی گذارتا ہے لیکن بعض الرحیم اپنی خود غرضی طلب برادری کے لئے بلا اور ناحق مسجد کو اکھاڑتا ہے۔ لوگوں کا کھانا کھلاتا اور آپ خود بیت الاسلام کے نام چندے کرتا اور بغیر حساب و کتاب خرچتا ہے یہ بھی چوری کا نیا ڈھنگ ہے۔ ان دونوں سے مذہب اسلام کو زبردست نقصان پہنچ رہا ہے اور جماعت بھی تباہ و تاراج ہو رہی ہے۔

(باقی آئندہ)

جناب حبیب الرحمٰن دہام نگری کا تعارف

آپ مقام اڑیسہ کے رہنے والے [illegible] زیادہ سیتھ اور بہت آپ کے مرید ہیں جو ہند کے اکثر مقامات پر پھیلے ہیں۔ آپ کا ایک مدرسہ حبیبیہ بھی الہ آباد میں جاری ہے۔ ... دہام نگری ایک مسجد کے لئے بہت زمین للہ وقف ہے۔ آپ اس مسجد کے تولی اور تزئین کے مشغول ہیں۔ ... وہی جو ترکت تجربہ رکھتے ہیں۔ زیادہ تر آپ سفر میں رہتے ہیں۔ ہمیشہ مریدوں کے گھر مہمان رہتے ہیں۔ آپ ... کے مشہور عرس میں حاضر رہتے ہیں قبروں کا طواف کرنا صلوٰۃ غوثیہ پڑھنا ان کا مذہب ہے۔ ... کے مشاہیر علماء کرام متقی اور پرہیزگار بزرگوں کا کافر کہنا ان کا وطیرہ ہے۔ ان کی علمی لیاقت اور صلاحیت [illegible] کے مشہور بحث میں ذلیل اور خوار ہوئے۔ ان کی علمی قابلیت کا اندازہ آپ کے مقام سے جب واقعہ ہوا کہ مسجد ... علمی سند کا مطالبہ کیا گیا تو فوراً کہنے لگے میں دیوبند میں سند پاتا ہوں ... آپ کی قابلیت ... آپ کی طرف سے ... آپ اور ... مستند ہیں ... مسجد میں ... ایک ... گویا ... آپ کا ایک ... بہت جھوٹا جامعہ ... ہے۔ ... و ... کا ... پر ... تمام ... کی ... آخر ... ایک مرتبہ ... حالت ... اور ... جب ... اپنی تائید اور ... حبیب الرحمٰن کو ... ہے ... سے علم آتا ہے ... [illegible]

روز جوتے کا پانی پیتا ہوگا۔ ... ہے ہر جگہ جوتا ... ہے۔ آپ اپنے شاگردوں کی تائید و نصرت کے لئے فوراً آتے ہیں اور آپ کا مبلغ علم بصورت چیلنج اشتہار شائع ہوتا ہے۔

تمام غیر مقلدوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت مجاہد ملت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت کا اعلان ہے اگر آج کل کے غیر مقلدین جو اپنے کو اہلحدیث کہا کرتے ہیں۔ کوئی ایک حدیث جس پر ان کو کامل ایمان ہے کہ اور تمام حدیثوں سے زیادہ اس حدیث کی ان کو تحقیق کا دعویٰ ہے فقیر کے سامنے پڑھے اور اس حدیث کے متعلق فقیر جتنے سوالات کرے سب کے معقول جوابات دیدے تو اس معقول جواب دینے والے کو پانچ سو روپیہ انعام فقیر دیگا اور جس کو یہ جرأت ہو وہ فقیر کو اطلاع کرے تو کسی ثالث بالخیر کے پاس ایک سو روپیہ فوراً جمع کرادے جب وہ تمام سوالات کے معقول جوابات دینے کے لئے مجلس میں آجائیگا تو اس وقت بقیہ چار سو روپیہ شخص مذکور کے پاس جمع کرکے سوالات شروع کئے جائیں گے۔ اگر کسی ایک سوال کا معقول جواب دے سکے تو پھر انعام میں سے ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا۔ تمام سوالات کے معقول جوابات دے سکنے پر جب یہ ثابت ہو جائیگا کہ ابھی ایک حدیث کی بھی تحقیق نہیں ہے۔ اور پھر دعویٰ تحقیق کے ساتھ مسئلہ بتلاتے ہیں تو از روئے حدیث شریف یہ فاسق گنہگار ہے بلکہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ ... اب تک کسی میں ... دعویٰ کرتا اور روپیہ جمع کرواتا۔ ... جان لینا چاہئے کہ ... اور ... گمراہ پھیلاتا ہے۔ ... ایک ... دیا جاتا ہے۔ جس کو ... ضلع بالاسور صوبہ اڑیسہ کے پتہ پر بذریعہ رجسٹری فقیر کو اطلاع کرے تو خدا ... ہو جائیگی۔

اگر اتنی ہمت پڑی جرأت نہ ہو تو خدا کے ڈر سے گمراہی سے بچے اور توبہ کرکے سنی ہو جائے فقط۔

مزید برآں تقریروں میں کہتے پھرتے ہیں کہ غیر مقلدوں کو چالیس برس سے چیلنج دیتا ہوں مگر آج تک کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔

ناظرین کرام مذکورہ بالا تحریر سے اندازہ لگایئے کہ آپ کا جوہر علم کس انداز کا ہے۔ اردو تحریر تو ماشاء اللہ کسی تو مسلم کی معلوم ہوتی ہے اردو دانی کا یہ حال ہے تو عربی کا خدا ہی حافظ۔ نیز ایک ہی اشتہار میں موصوف کے دو صفت شاہ اور فقیر بیان کی گئی۔ ان دونوں صفات میں کامل تضاد ہے۔ گویا آپ کی ذات واحد آن واحد میں دو متضاد صفات سے متصف ہے۔ نیز اشتہار سے ہمہ دانی کا ترشح ہے لیکن آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں میں جاہل ہوں اسی لئے تقلید کرتا ہوں۔

یہیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا

اگر کوئی شخص ان کے مقابلہ کا تو مال مشکول کرکے بیٹھے گا اور دیتے ہیں لیکن ہرگز مناظرہ کا خیال بھی کرتے۔ اگر مقابل مجبور کرا ہی چلا گیا تو فوراً الزام لگاتے ہیں کہ فرار ہو گیا۔ اگر مقابل ان پر مناظرہ کا زور ڈالا تو فوراً پولیس میں رپورٹ لکھا دیتے ہیں کہ فلاں مجھے قتل کرنے آیا ہے اور مجھے بچاؤ۔ اور لوگوں میں کہتے ہیں میں مناظرہ کا شوقین نہیں ہوں۔ (باقی آئندہ)

عصمت انبیاء علیہم السلام

(بقیہ ص ۸)

فَنَالا مِنْھما۔ یعنی حضور علیہ السلام احکام شرع کی معرفت نہیں رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر شریعت نازل فرمائی جس سے آپ کو صراط مستقیم کا پتہ چلا چنانچہ دوسرے مقام پر صراحت موجود ہے۔ مَا كُنْتَ تَدْرِی مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ۔ یعنی آپ قرآن اور ایمان سے بالکل بے خبر تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ یوسف ابھی حالت میں قتل مذکور کا ارتکاب کیا ہے کہ از روئے شریعت مجھے اس کے جواز یا عدم جواز کا علم نہیں تھا۔ ضلالت کا معنی احکام شرع کی معرفت کے بعد عمداً احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرنا انبیاء کرام علیہم السلام سے ہرگز نہیں ہوتا۔ اور آیات مذکورہ میں ضلالت کا یہ معنی مراد نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ضلالت کا معنی نسیان بھی آیا ہے۔ قال اللہ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا یعنی ضلالت کا معنی نسیان ہے یعنی ادائے شہادت میں اگر ایک عورت کو نسیان ہو جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلائے۔ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔

چہارم آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ خدایا مجھے اپنی ذات دکھا۔ حالانکہ جب بنی اسرائیل نے آپ کے سامنے استدعا پیش کی اور کہا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً یعنی اے موسیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھا دے تو ان لوگوں پر صاعقہ کا عذاب نازل ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایسا سوال پیش نہیں کرنا چاہئے تھا۔

الجواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ان لوگوں کے واقعہ سے پہلے تھا لہٰذا اعتراض مذکور وارد نہیں ہو سکتا کہ آپ نے ایسا سوال کیوں پیش کیا۔ نیز آپ کا سوال کرنا حصول شرف و سعادت کی نیت سے تھا۔ جو تصدیق یقینی کے بعد پیدا ہوا تھا۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی قدرت کا علم پورا پورا یقین تھا پھر بھی میت کو زندہ کرنے کا سوال کیا تھا۔ اور بنی اسرائیل کا سوال محض ظن و انکار کے تحت تھا اور وہ لوگ توحید کی بابت شکوک و اوہام میں پڑے ہوئے تھے بنا بریں ہر دو قسم کے سوال کی نوعیت مختلف ہے (باقی آئندہ)

من وقر صاحب البدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام

جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کی بنیادوں کو اکھیڑ دیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ

حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام کے ان مایہ ناز فرزندوں میں سے ایک ہیں جن کی ذات پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

دورِ جاہلیت سے لیکر غزوۂ احد میں ان کی قابلِ رشک شہادت تک پورا دور ایسے ایسے ایمان افروز واقعات سے پُر ہے کہ جن کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا نام مصعب اور کنیت ابو محمد تھی۔ والد کا نام عمیر اور والدہ کا خناس تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی۔ بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا جن سے زینب نام کی ایک لڑکی یادگار چھوڑی لیکن ان کی اصل یادگار تو ان کی زندگی کے وہ کارنامے ہیں جو آج بھی تاریخ اسلام کا سرمایۂ افتخار ہیں۔

ان کی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دورِ اول جب حالتِ کفر میں تھے، دورِ ثانی جب وہ ایمان لائے، تیسرا دور مدینہ منورہ میں اسلام کے اولین مبلغ مسلم نائب رسول کی حیثیت سے ان کے شاندار کارنامے اور دورِ آخر جنگ احد میں ان کی غیر معمولی بہادری اور قابلِ رشک شہادت۔

آیئے ہم مختصراً دیکھیں کہ اس جلیل القدر صحابیٔ رسولؐ کی زندگی کے یہ چاروں دور کن خصوصیات کے حامل تھے اور کیوں ان کا نام آج تک تاریخ اسلام کے صفحات پر جگمگا رہا ہے۔

حضرت مصعب نہایت حسین و جمیل نوجوان تھے۔ قد درمیانہ، جسم متناسب، رنگ سرخ و سفید، آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں۔ بڑی خوبصورت گھنگریالی زلفیں رکھتے تھے۔ ان کی والدہ بہت دولت مند تھیں اور مصعب کو بہت چاہتی تھیں۔ وہ انہیں قیمتی سے قیمتی نرم اور باریک لباس پہناتیں۔ حضر موت کے بنے ہوئے مشہور حضرمی جوتے جنہیں صرف امراء ہی استعمال کر سکتے تھے ان کے روزمرہ کے استعمال میں رہتے تھے۔ مزاج فطرتاً نہایت نرم تھا۔ اپنے لونڈی غلاموں سے بھی مشفقانہ سلوک کرتے۔ بڑے نفاست پسند تھے۔ اہلِ مکہ میں سب سے زیادہ عطر استعمال کرنے والوں میں سے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کا ذکر کرتے تو فرماتے مکہ میں کوئی مصعب سے زیادہ حسین، خوش پوش اور پروردۂ نعمت نہیں۔

الغرض ان کی زندگی بڑے عیش و آرام اور اطمینان سے بسر ہو رہی تھی۔ اور دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں تھی جو انہیں حاصل نہ تھی کہ اچانک ان کے کانوں میں حضورؐ رسالت کی خبر پہونچی۔ شوقِ دیدار کشاں کشاں بارگاہ نبوت تک لے آیا اور مکہ کے اس حسین ترین نوجوان کی دنیا کے سب سے زیادہ حسین انسان سے آنکھیں چار ہوئیں۔ رسول خدا نے تبسم فرمایا۔ بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اپنے قریب بٹھایا اور اپنے مخصوص و مشفقانہ انداز میں دعوت اسلام پیش کی۔

اسی پہلی ہی نظر نے مصعب کے دل کی ساری تاریکی تمام ضلالت آن واحد میں ایمان کے نور سے جلا دی۔ دیر کس بات کی تھی فوراً اٹھ کر بڑھا اور اپنا ہاتھ سرکار دو عالم کے ہاتھوں میں دے دیا اور شمع رسالت کے پروانوں میں شامل ہوگئے۔

رسول اللہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ رخسار دمکنے لگے۔ اور فرط محبت سے آپ نے مصعب کو گلے سے لگا لیا۔

حضرت مصعب کو اچھی طرح معلوم تھا مسلمان ہونا کن مصائب کو دعوت دینا ہے۔ اہلِ ایمان پر مشرکین مکہ کی طرف سے توڑے جانے والے مظالم سے وہ بے خبر نہ تھے۔ انہیں اپنی اور اپنے خاندان کی اسلام دشمن فطرت کا خوب اندازہ تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انہوں نے کس وادی پر خار میں قدم رکھا ہے۔ لیکن وہ حقیقت کے متلاشی تھے۔ اور جب حق ان کے سامنے پیش ہی گیا تو انہوں نے اسے بلا جھجک قبول کر لیا۔

یہاں سے ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ ان کی ماں پر بیٹے کی تبدیلی مذہب کی خبر بجلی بن کر گری اس کو کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے برسوں کے سیکڑوں بتوں کی پرستش چھوڑ کر ایک اَن دیکھے خدا کی پرستش کیسے کی جاتی ہے؟ کیا وہ اور ان کے پیچھے ہزاروں اہلِ مکہ اور ان کے آباؤ اجداد سب کے سب احمق تھے۔

انہوں نے ان بتوں کو جن کو انہوں نے دین قرار دے رکھا تھا، سب سے زیادہ غصہ اس بات پر آرہا تھا کہ مصعب نے خاندانی روایات سے بغاوت کرنے کی جسارت کی تھی۔

یہ جرم ناقابلِ معافی تھا لیکن وہ مصعب پر سختی بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے بیٹے کو ہر طرح سمجھایا۔ اسے دین سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ خاندان اور قبیلہ کی تحقیر کا خوف دلایا۔ بھائی برادری اور جگ ہنسائی کا احساس دلایا۔ اپنی محبت کا واسطہ دیا۔ یہاں تک کہ ان نعمتوں کو چھین لینے کی دھمکی دی جو بیٹے کو حاصل تھیں۔ لیکن وہ اپنے عزم میں چٹان کی طرح اٹل تھے۔ دھمکی یا لالچ یا دنیا کی کوئی بات خاطر میں نہ لا سکتے تھے۔

انہوں نے ادب و احترام کے ساتھ اپنی ماں کو جواب دیا کہ میں نے جس دین کو قبول کیا ہے وہی سچا ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس دین سے نہیں ہٹا سکتی۔

اب ماں کا رویہ بھی بدلا ہی تھا بلکہ یہ جواب دار بیٹے پر غضب ناک ہوئی۔ ماں یکلخت بیٹے کی دشمن بن گئی اور اس نے بیٹے کے عیش و آرام کے تمام ساز و سامان ایک ایک کر کے اس سے چھین لئے۔ لیکن جب بیٹے کا سر توحید اس ترشی سے بھی نہ اترا تو ماں نے آخری حربہ استعمال کیا اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے لخت جگر کو رسیوں سے جکڑ کر ایک کمرے میں قید کر دیا۔ اور کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم جب تک تو محمد کے دین سے باز نہ آئے گا۔ میں تجھے ہرگز رہا نہ کروں گی۔

ایک طویل عرصہ تک حضرت مصعب قید و بند کی تکلیفیں سہتے رہے لیکن زبان سے اُف نہ کی۔ ان کو غم تھا تو صرف اس بات کا کہ وہ حضورؐ کے دیدار سے محروم تھے۔ لیکن انہیں اطمینان تھا کہ خدا ان کے حال سے بے خبر نہیں ہے اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے اسی کی مشیت سے ہو رہا ہے۔

ایک دن ان کی وفادار کنیز نے انہیں خبر دی کہ دربارِ نبوت سے ان اہلِ ایمان کو جو مشرکین مکہ کے مظالم سہہ رہے تھے حبش کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی گئی ہے۔ انہوں نے بھی طے کر لیا کہ اب اس قید سے چھٹکارا حاصل کر کے رہیں گے۔ وہ بڑی بے تابی سے ان لمحوں کا انتظار کرنے لگے۔ آخر ایک مدت کے بعد ان کو یہ موقع ملا۔ دن گزر رہا تھا پھر رات آئی اور جب آدھی رات ڈھل گئی تو یہ دیوانہ بیتاب تیز اور سیدھا دربار نبوت پہونچا۔ اور رسول اللہ سے بغل گیر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حبش کی طرف جانے والے قافلے نے خاموشی اختیار کی تو حضرت مصعب بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے۔

حبش پہونچ کر حضرت مصعب کو اپنی عمر میں پہلی بار فکر معاش کرنی پڑی اور تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے وہاں سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل کام کرنے میں عار محسوس نہ کی۔ مکہ اور حبش کے مصائب دراصل ان کے لئے ایک ٹریننگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان مصائب کی بھٹی میں ان کو اس لئے ڈالا گیا تھا کہ وہ یہاں سے کندن بن کر نکلیں۔ کیونکہ عنقریب خدا کو ان سے ایک عظیم الشان کام لینا تھا۔ جس میں صبر و مشقت کی بدرجہ اتم ضرورت پیش آنے والی ہے۔

حضرت مصعب جب حبش سے مکہ واپس پہونچے تو ان کی والدہ کا دل پسیج گیا اور ان پر مزید مظالم کے ارادے سے باز آگئی کیونکہ اب ان کا رنگ روپ اڑا ہوا تھا۔ ان کے پھول سے رخسار کملا گئے تھے۔ تندرست اور توانا مصعب ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گئے تھے۔

وہ ... کرنے والے امیر زادے کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جو جسم کے لئے ... حضر موت کے بنے ہوئے بیش قیمت جوتے پہنا کرتے تھے اور جس کی سواری کے لئے بلاد عرب سے عمدہ اور بہتر گھوڑا حاصل کیا جاتا تھا۔ آج وہی ناز و نعم کا پالا عرب کی آگ اگلتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں چل رہا ہے لیکن خدا اور اس کے رسولؐ کا یہ دیوانہ کتنا مطمئن تھا کتنا آسودہ تھا یہ اس کا دل جانتا ہوگا۔ ایک بار دربار نبوت میں اس شان سے پہونچے کہ جسم پر ستر پوشی کے نام سے صرف ایک کھال لٹک رہی تھی۔ صحابہ کرام نے دیکھا تو حیرت سے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

معذرت

گزشتہ سال میں مہینہ سے زائد گٹھیا کے مرض میں مبتلا رہا اس کے بعد [illegible] اور [illegible] کے فسادات نے شدت اختیار کر لی۔ آمد و رفت کے اکثر ذرائع مسدود ہو گئے۔ ان وجوہات کی بنا پر ہم حیدرآباد نہیں آ سکے اور ہمارا اخبار "عزیز" بند رہا کہ شمارہ سے [illegible] آپ کا [illegible] ختم ہو چکا ہے آپ اس کی تجدید کیجئے اور دوبارہ اخبار نکالئے۔ امسال ہم نے ماہ فروری میں کرنول [illegible] میں دو خواستہ دی لیکن [illegible] زحمتوں اور دشواریوں سے [illegible] کر [illegible] ہم خوش نصیبوں کو دوبارہ قوم اور دین کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ انشاء اللہ آئندہ ہر مہینہ اخبار "عزیز" مستقل شائع جاری رہے گا۔ [illegible]

عبدالعزیز رحمانی

مصلح عالم

سید سلیمان ندوی

یہ سچ ہے کہ مسیح نے دو سو سال تک نفس کے تزکیہ کے کچھ درس دیئے تھے لیکن مدت ہوئی دنیا اس سبق کو بھلا چکی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ بودھ اس سے بھی پہلے ہدایت و نجات کی ایک شمع جلا گئے تھے لیکن تنتروں اور ہنگاموں کی آندھی میں یہ چراغ کبھی کا گل ہو چکا تھا اور یہ بھی سچ ہے کہ مدت مدید ہوئی کہ زرتشت نے روحانیت کی آگ سلگائی تھی۔ لیکن یہ شعلہ بھی انسانی خون کے چھینٹوں سے سرد ہو چکا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ اس سے بھی پہلے ہندوستان کے آریہ ورت کے پہاڑوں اور غاروں میں روح کا دارالامن ڈھونڈ نکالا تھا مگر خواہش نے ان پہاڑوں کو بے نام و نشان صحراؤں اور ان غاروں کو درندوں کا بھٹ بنا دیا تھا۔ ہر قوم دوسری قوم سے برسر پیکار اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا تھا۔ حرص و طمع اور کشت و خون کی گرم بازاری تھی۔ نفس انسانی کی کوئی طاقت جذبات خبیثہ کے دیوتا کے سامنے پامال ہو چکی تھی۔ عدل و راستی اور پاکبازی و راستی کے عطر معتبر کی خوشبو انسان کے جامہ قامت سے اڑ چکی تھی۔ توحید و خدا پرستی کا نور دیوتاؤں، دیویوں، ستاروں، شہیدوں، جنوں اور مجسموں کی پرستش کی عالمگیر تاریکی میں چھپ گیا تھا۔ غرض دنیا کے حالات ہر طرح سے اس ضرورت کے متقاضی تھے کہ کوئی عالم کا مصلح، اخلاق کا معلم، حق کا داعی، نوع انسان کا نجات دہندہ آخری بار دوبارہ آئے۔ اور انسانیت کے شیرازہ میں جو رخنہ دراز سے پراگندہ و منتشر ہو رہا تھا پھر نظم و انتظام پیدا کر دے، روحانیت و خدا پرستی کے خزاں رسیدہ باغ کو از سر نو پھر بہار بلکہ سدا بہار اور دنیا کے ظلمت کدہ کو پھر مطلع انوار بنا دے۔ (سیرت النبی)

بقیہ: - حضرت مصعب بن عمیر رض

گھر میں [illegible] رضا مندی [illegible] نے فرمایا [illegible] اللہ سے دنیا اور اہل دنیا کی عافیت [illegible] زیادہ [illegible] نیکو [illegible] رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے ان کو [illegible] سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت علی [illegible] حضرت مصعب

کہ [illegible] کبھی [illegible] کر آپ کی آنکھیں [illegible]۔

تھوڑے عرصہ میں جب خورشید اسلام کی ضیاء پاشی عرب کو [illegible] مدینہ [illegible] مدینہ کے چند لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، [illegible] درخواست کی [illegible] تعلیم [illegible] مامور فرمایئے۔ تمام [illegible] مخالفت

کی تیزی، تند آندھیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ دشمنوں کے طنز و استہزا کو ہنسی خوشی برداشت کرنا پڑتا تھا۔ صدیوں پرانے مذہبی تعصبات کو آسانی سے بدل دینے کو تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ جب تک ان کے اس سے بہتر نظام زندگی عملی صورت میں پیش نہ کیا جائے ایک مبلغ کا نرم گفتار اور [illegible] ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب عزم و استقلال اور پسندیدہ سیرت و کردار ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ سے یہ باتیں مخفی نہ تھیں۔ اور حق پوچھئے تو ان سے زیادہ ان باتوں کو سمجھنے والا بھی کون ہو سکتا تھا؟

حضرت [illegible] کو آپ نے لوگوں کو خدائے واحد کی بندگی قبول کرنے کی دعوت دیتے رہتے تھے آپ کو جو اذیتیں سہنی پڑیں انہیں [illegible] جیسا ان کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لئے جس موزوں شخص کی ضرورت تھی آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نگاہ جوہر شناس نے یہ عظیم ذمہ داری کس کے سپرد کی۔ حضرت مصعب بن عمیر کے۔

یہ حضرت مصعب کی زندگی کے تیسرے دور کی ابتدا تھی۔ ان کے ہم وطن [illegible] بھی یہ بات نہ تھی کہ بیسوں جلیل القدر صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی یہ عظیم الشان منصب ان کو عطا کیا جائے گا۔ ان کی ذات پر حضور ﷺ کا اس درجہ اعتماد نے انہیں فرط مسرت سے بیخود بنا دیا اس وقت ان کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ ایک ایک صحابی سے ملتے اور اپنی خوش بختی کا ذکر کر کے اور مبارکبادیاں وصول کرتے ہوئے وہ دربار رسالت سے رخصت ہو چکے (باقی آئندہ)

دعاء صحت!

جناب الحاج سید احمد صاحب رئیس انجار موٹر شکر کے عارضہ میں مبتلا اور پریشان ہیں۔ آج کل وہ حیدرآباد میں زیر علاج ہیں۔ ناظرین کرام آپ کی صحت عاجلانہ کے لئے دعا فرمائیے۔ اللھم! سید احمد صاحب کو ان کی بیماری اور تکالیف سے نجات دے اور اپنے فیض و کرم سے انہیں صحت و سلامتی عافیت اور تندرستی عطا فرمائے۔ آمین۔

عبدالعزیز رحمانی
ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے اعظم الکٹرک پریس چھتہ بازار حیدرآباد میں چھپوا کر دفتر عزیز گنی گلی کرنول سے شائع کیا۔

پہلے مجھے دیکھئے

○

اگر اس دائرہ میں یہ × نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ سے آپ کی خریداری ختم ہے۔ آپ براہ مہربانی سالانہ قیمت بھیج دیجئے یا وی پی کرنے کی اجازت دیجئے۔ آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو تب بھی اطلاع دیجئے۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ یاد رکھئے کہ اب وی پی کے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ (ادارہ)

REGD, NO: H-494 (رجسٹری نمبر ۲۱۸)

جناب ڈاکٹر امیر الدین صاحب [illegible]
Hyderabad. 6

FROM
AZIZ FORTNIGTLY KURNOOL (A P)